ڈاکٹر جواد ہمدانی
اسسٹنٹ پروفیسر(فارسی)
بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

شیخ آذری: دربار سے دریار تک

In Iran the fourteenth and fifteenth centuriesareconsidered the period of social chaos and literary decline.However,in the time of decline there came a great Sufi poet and writer Sheikh Azari. Hewasthe savior of great Sufi Persian literature. He had started his career as a poet of court but ultimately he left the praise of Kings and turned into a mystic. This article presents a biographical and bibliographical review of Sheikh Azari.

چودھویں اور پندرہویں صدی میں ایران کی سماجی وسیاسی صورت حال: آل تیمور اور ترکمنوں کا ۱۲۰ سالہ دور ایران میں داخلی انتشار اور اضطراب کا دور ہے ہر چند یہ اضطراب انہیں ورثے میں ملا تھا۔ یہ دور ۱۳۸۰ء سے تیمور (۱۴۰۵-۱۳۷۰) کے ایران پر حملہ سے شروع ہوا۔خراسان ،سیستان کے علاقے جغرافیائی اعتبار سے سب سے پہلے تیمور کے قبضے میں آئے۔تیمور کی وسیع وعریض سلطنت اس کی وفات کے ساتھ ہی زوال پذیر ہوگئی اور شاہرخ (۱۴۴۷ء-۱۴۰۵ء) کے زمانے کے علاوہ باقی سارا عہد جنگوں اور ہنگاہوں کی داستان ہے۔ نہ صرف تیمور کے جانشینوں کے مابین تخت نشینی پر کبھی اتفاق رائے قائم نہ ہوسکا تھا بلکہ ایران کے مغرب سے ترکمن حکمران قراقویونلو اور آقاقویونلو بھی ایران کے مشرقی حصوں پر حملے کرتے رہتے تھے (دانشگاہ کیمبرج،۱۳۷۲، ۲۱۵) ایران میں اس انتشار و اضطراب کی جڑیں منگولوں کے حملے میں تھیں۔ دیگر شعبہ ہائے زندگی کے ساتھ ساتھ ثقافت اور ادب پر بھی اس انحطاط کے گہرے اثرات ظاہر ہوئے۔ایلخانی اور تیموری دربار ایک مختصر مدت کے لیے شعراء ،ادباء اور علماء کے مرکز بنے لیکن حالات کی خرابی کی وجہ سے یہ مراکز بھی جلد ہی اپنی افادیت اور دلکشی کھو بیٹھے، یہاں تک کہ پندرہویں صدی کے اواخر تک سوائے چند ناموں کے کسی بڑے ادیب یا شاعر کا نام دکھائی نہیں دیتا۔ (دریای معرفت ۱۳۹۰-۲۵۷) اس دور میں فارسی زبان بھی ایک نئے مرحلے میں داخل ہورہی تھی۔ ایک طرف تو ایران کے مشرقی علاقوں کے مقامی الفاظ اپنی جگہ مغربی علاقوں کے الفاظ کو دے رہے تھے جبکہ دوسری جانب عربی الفاظ شعر و ادب کے ساتھ ساتھ عوام الناس کی زبان میں بھی شامل ہو رہے تھے۔ بات صرف یہاں ختم نہیں ہو رہی تھی بلکہ ترکی اور منگولی زبانوں کے الفاظ بھی فارسی میں داخل ہو رہے تھے۔ (موج دریای معرفت: ۱۳۹۰-۲۵۷) غیر مستحکم سیاسی اور سماجی صورتحال میں فارسی کی اپنی ادبی اور علمی تاریخ سے بیگانگی فارسی نظم ونثر کے انحطاط پر منتج ہوئی۔

فارسی ادب خاص طور پر شعروشاعری عوام الناس سے زیادہ درباروں میں پھلی پھولی ہے۔خراسان اور عراق میں فارسی ادب کے مراکز کی بندش، ایسے درباروں کی ویرانی جوشعر و ادب کی ترویج کیا کرتے اور ایسے افراد اور خاندانوں کا بکھر جانا، جو فروغ ادب کے لیے کوشاں تھے، اس عہد میں فارسی ادب کے زوال بنیادی اسباب جانے جاتے ہیں۔ (دانشگاہ کیمبرج: ۱۳۸۲-۴۱۷)

مضبوط مرکز کا نہ ہونا جہاں سیاسی انتشار اور ادبی انحاط کا باعث بن رہا تھا وہاں ایک طرح کی سیاسی، مذہبی اور فکری آزادی کے مواقع بھی فراہم کر رہا تھا۔ اس لیے ایران میں اس عہد میں چند مقامی تحریکوں اور حکومتوں نے بھی سر اٹھایا جن میں ''سر

بدران'' کی تحریک بھی شامل ہے (آژند،۱۳۶۳-۱۶۰)

تین فریقوں کے بیچ اقتدار کی رسہ کشی چل رہی تھی۔ چنگیزی شہزادے جو کہ منگولوں کی گذشتہ حکومت کے ازسرنو قیام کا خواب دیکھ رہے تھے۔ ایلخانی دربار سے وابستہ اشرافیہ اور خاندان جو کہ اپنے مفادات اور بقا کی جنگ لڑ رہے تھے۔تیسرا فریق شدت پسند شیعہ افراد پر مشتمل تھا اور تاریخ میں یہ سر بدران کے نام سے مشہور ہوئے۔ان تینوں فریقوں کے مابین نصف صدی تک کشمکش جاری رہی ۔(دانشگاہ کیمبریج: ۱۳۸۲-۱۱)''سر بدران '' کی حریک کے محرکات کے بارے میں مختلف آراء ونظریات پائے جاتے ہیں لیکن دو عوامل کو خاص طور پر اہمیت دی جاتی ہے۔

۱۔ عقیدہ مہدویت اور حضرت مہدی کی عالمی حکومت کے لیے سازگار حالات کو وجود میں لانا۔

۲۔ ترکوں اور منگولوں کے خلاف مقامی افراد کا ردعمل جس میں مذہب سے زیادہ نسل پرستی کا کردار تھا۔ (آژند: ۱۳۶۳-۱۲)

شیخ آذری

شیخ آذری طوسی کا پورا نام حمزه بن علی ملك طوسی اسفراینی بیہقی ہے۔مختلف کتابوں میں شیخ کو فخر الدین (دولتشاہ: ۱۵۹)، نورالدین اور جلال الدین (دانشنامہ زبان و ادب فارسی،۱۳۸۴-۳۶) کے القاب سے یاد کیا گیا ہے۔شیخ کی پیدائش کے حوالے سے بھی اختلافات موجود ہیں۔لیکن مورخین کے خیال میں آپ ۷۸۲-۷۸۴ھ ق میں خراسان کے شہر اسفراین میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایران میں داخلی اختلافات اور سماجی انتشارات کا دور دورہ تھا۔سربداروں اور طغاتیموری لشکریوں کے پُر آشوب زمانے کی تلخ یادوں کا اثر شیخ کا کتب میں بھی ملتا ہے۔شیخ کے آباء سربداروں کے اتحادی اور ساتھی تھے۔ (یوسف نژاد: ۱۳۸۹-۶)

شیخ کا خاندان سیاسی اور علمی حوالے سے مشہور تھا اور آپ کی شہرت جہاں علمی خدمات کی مرہنون منت ہے وہاں ہمیں ان کے سیاسی تعلقات اور اثر رسوخ کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جو انہیں ورثے میں ملا تھا۔ شیخ آذری کی تاریخ پیدائش اور لقب کے ساتھ ساتھ، والد کے نام پر بھی مورخین کے مابین اتفاق رائے نظر نہیں آتا۔بعض نے آپ کے والد کا نام علی ملك اور بعض نے عبدالملك لکھا ہے لیکن اس پر کوئی اختلاف نہیں کہ وہ اپنے زمانے کے بااختیار، بااثر اور معروف لوگوں میں سے تھے۔ (دولت شاہ: بی تا -۱۶۰) شیخ آذری کا سلسلہ نسب معین صاحب الدعوات احمد بن الزمجی الهاشمی المروزی سے جاملتا ہے۔ شیخ آذری اپنے عہد کے معروف عالم، عارف اور شاعر تھے۔ابتدائے جوانی سے ہی شاعری کی طرف راغب تھے اور اپنے زمانے کے بادشاہوں کی مدح سرائی کرتے تھے۔ (دولتشاہ: بی تا -۱۳۴)

تاریخ فرشتہ میں ہی دولت شاہ نے لکھا ہے کہ شیخ آذری بچپن میں شاہزادہ الغ بیگ کے دوست رہے اور عرصہ دراز کے بعد جب الغ بیگ تخت نشین ہوا تو ایک روز شیخ آذری کو دیکھا تو فورا پہچان لیا اور گلے لگایا جبکہ یہ وہ زمانہ تھا جب شیخ آذری نے بادشاہوں کی مدح ترک کر دی تھی اور زہد و اتقاء میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ (دولتشاہ: بی تا -۱۴۴)

جوانی میں شیخ، شاہرخ (۸۰۰-۸۵۰) کے دربار میں پہنچے اور اپنے اشعار کی بدولت نہ صرف درباریوں بلکہ صاحب دربار کو متاثر کیا اور ملک الشعراء کا لقب پایا (دولتشاہ: بی تا-۱۶۰)

لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ بادشاہوں کا مداح ملک الشعراء ایک روز زاہد بے ریا اور عابد و عارف خدا بن جائے گا۔نویں اور دسویں صدی ہجری میں ایران، افغانستان اور برصغیر میں عجمی تصوف کی روایت مضبوط جڑیں بنا چکی تھی اور اس کے آثار فارسی شعر و ادب میں نمایاں ہو چکے تھے۔شیخ آذری اس روایت کے زیر اثر صوفیانہ کلام کی طرف راغب ہوئے۔ ۴۱ سال کی عمر میں کسب

معرفت کی غرض سے شیخ الشیوخ محی الدین طوسی غزالی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے علم حدیث اور تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے اپنے پیر کے ساتھ ہی حج کی سعادت حاصل کی۔ سفرِ حج سے واپسی پر محی الدین طوسی غزالی کا انتقال ہوگیا۔ اپنے زمانے کے ایک اور نامور عارف نعمت اللہ ولی (۷۳۰ق، ۸۲۷-۸۳۴) کی خدمت میں پہنچے اور اُن کی معیت میں ریاضیت و مجاہدت میں مشغول رہے۔ آپ کو زندگی میں دو بار کعبہ کی زیارت نصیب ہوئی۔ (دولتشاہ: ص ۱۶۰) قیام مکہ کو دوران ہی شیخ نے ایک کتاب ''سعی الصافات'' بھی تحریر کی۔ (صفا،۱۳۶۳-۳۲۴) عرفاء کی روایت اور قرآن کی ہدایت ﴿......فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴾[سورہ آل عمران، آیت ۱۳۷] نیز ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ ﴾[سورہ فصلت آیت ۴۱) کی روشنی میں شیخ نے خود شناسی کے ساتھ ساتھ کائنات میں بھی آیات الٰہی کی جستجو جاری رکھی۔ یہی جستجوئے حقیقت شیخ کو حجاز، فارس، شام اور ہند کے علاقوں میں لے گئی۔

روایت کے مطابق شیخ ۸۳۲ ہجری قمری میں ہندوستان کی سرزمین میں پہنچے۔ ابتداء دہلی اور بعد میں دکن آئے (موج دریای معرفت، ۱۳۹۰-۳۵۱) اور سلطان احمد شاہ ولی بہمنی (حکومت ۸۲۵-۸۳۸) کے دربار پہنچے (دولتشاہ: ۱۳۶۶اص ۳۹۹) سلطان نے آپ کا شاندار استقبال کیا۔ اور انعام واکرام سے نوازا۔ سلطان کے اصرار پر آپ نے سلسلہ بہمن نامہ کی منظوم تاریخ قلم بند کر شروع کی اور شاہنامہ کی طرز پر اس کا نام ''بہمن نامہ'' رکھا اور جب سلسلہ سخن سلطان احمد شاہ تک آن پہنچا تو شیخ نے کہا کہ میں نے آپ کا حکم پورا کر دیا ہے لہٰذا مجھے اجازت دیجیے۔ سلطان شیخ کے لیے نہایت عزت اور احترام کا قائل تھا اور ملک الشعراء کا لقب دے چکا تھا، اس درخواست کو قبول نہ کرسکا۔ لیکن شیخ نے کچھ عرصے کے بعد دوبارہ وطن واپس جانے کی اجازت مانگی۔ حالات و واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور شیخ کے مقام کے پیش نظر سلطان کے لیے بھی آسان نہ تھا کہ دوبارہ انکار کرے۔ شیخ نے اپنے قیام ہند کے دوران مدح سلطان تو کی ہی لیکن عرفاء کی محافل اور اپنے فطری رجحان کے باعث اہل دنیا کی نسبت اہل حقیقت کی طرف زیادہ مائل تھے۔ شیخ ۸۳۶ھ ق میں ہندوستان سے اپنے آبائی علاقے اسفراین میں آگئے۔ (قاسم، ۱۳۰۱، ۳۲۰)

شیخ آذری کی وطن واپسی

۸۳۶ہجری قمری سے لے وفات تک کا زمانہ شیخ نے خراسان شمالی کے ایک شہر اسفراین جو کہ آپ کی جائے پیدائش بھی ہے میں گذارا۔ آپ نے اسفراین کے مضافات میں ہی ایک مدرسہ اور خانقاہ بھی تعمیر کی۔ اور وہیں عبادت و ریاضت اور عزلت میں رہنا پسند کرتے تھے۔ آشوب زمانہ اور طبع عارفانہ، شیخ کی عزلت نشینی کی بنیادی وجوہات تھیں۔ شیخ نے اس مدرسے اور خانقاہ میں قیام کے دوران ہی متعدد کتب تصنیف کیں اور شعر و شاعری بھی کی۔

شیخ آذری کی شہرت میں دو بنیادی عوامل نظر انداز نہیں کیے جاسکے۔ ایک تو آپ ایک بااثر خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور امراء و وزراء کے ساتھ ان کے خاندانی مراسم تھے اور دوسری وجہ آپ کی عالمانہ شخصیت، بلند پایۂ شاعری اور خاص طور پر دوراندیشانہ طبیعت تھی۔ وزراء اور امراء ہمیشہ ان سے براہ راست یا بذریعہ خط و کتابت رابطے میں رہتے تھے۔ رشد و ہدایت کے طلب گار بادشاہ و امراء آپ کی خدمت میں آتے۔ بقول دولتشاہ سمر قندی شیخ نے چالیس سال سجادہ طاعت پر گزارے۔ ہمیشہ بادشاہوں سے دوری اختیار کی لیکن بادشاہ خود ان کی مجلس میں حاضر ہونا پسند کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ کی خدمت میں قیمتی نذرانے پیش کیے گئے جو کہ آپ نے لوٹا دیئے۔ نہ کسی کو اپنی زبان سے دکھ دیا نہ ہاتھ سے تکلیف (دولتشاہ، بی تا، ۱۵۹)

شیخ ۹۶۶ھ ق میں تقریباً ۸۲ سال کی عمر میں اپنے آبائی شہر اسفراین میں فوت ہوئے۔ شیخ کا مزار اسی شہر میں ہے۔

شیخ آذری بحیثیت شاعر

تاریخ ادبیات فارسی کے صاحب نظروں نے شیخ آذری کو مشاہیر اور اساتید میں شمار کیا ہے۔ حسن سادات ناصری کہا ہے کہ وہ اسلوب میں حافظ سے متاثر تھا اور بلند مضامین کو لطیف انداز بیان کرنے میں قدرت تمام رکھتا تھا۔ (آذر بیگدلی، ۱۳۷۷م۳۰/۵۲)

ذبیح الله صفا نے کہا ہے کہ شیخ کے اشعار بظاہر عاشقانہ لیکن دراصل عارفانہ ہیں اور شیخ کو سعدی، حافظ، امیر خسرو جیسے شعراء کا تسلسل کہا جاسکتا ہے (موج دریاری معرفت، ۱۳۹۰، ٦٦١) شیخ آذری کو خواجہ حافظ کی طرز کلام سے خاص رغبت تھی۔

خواجہ حافظ	شیخ آذری
دیشب به سیل اشك ره خواب می زدم	دوشم خیال عشق تو بر خیل خواب زد
نقشی به یاد روی تو برآب می زدم	اشکم پی خیال و نقشی برآب زد
اوقات خوش آن بود که با دوست بسررفت	آن بود حیاتی که بدیدار توگذشت
باقی همه بیحا صلی و بیخبری بود	باقی همه خون خوردن و آزردن جان بود

شیخ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چند سوزد در درون از آهِ درد آلود خویش
رحم می آید مرا برسینه پر دود خویش

بگذر از بازار ناموس ای دل و دکان مگیر
زان که من دیدم دراین سودا زیان و سود خویش

هر که ازجور و جفای یار خود خرسند نیست
تاچه بیند عاقبت از بخت ناخشنودِ خویش

هرچه می خواهد ز ما دلدار مابهبود ماست
کس نمی داند ولیکن درجهان بهبودِ خویش

برامید کام دل هرکس پی کاری دود
کرد عمر اندر سرمطلوب یا مقصود خویش

آذری راچون بخواهی کشت تاخیری مکن
زآنکه تنگ آمد دلش زین جانِ غم فرسودِ خویش

(آذری طوسی، ۱۳۸۹-۲۲۵)

امشب از ابروی آن مه باز کارم درهم است

پایدار ای دل که امشب گریه را پا درنم است

(آذری طوسی، ۱۳۸۹-۱۴۱)

کاشکی آینیهٔ صورت شدی معنی نما

تاکه گشتی درجهان هرخوب وزشت ازهم جدا

(آذری طوسی، ۱۳۸۹-۱۱۸)

در دو عالم زآن چه حالت بودی ازحق خوبتر

درعدم بگذاشتی مارا اگر برحال ما

(آذری طوسی، ۱۳۸۹-۱۱۸)

اگر عشقت نیا وردی وجودم از عدم بیرون

زاقلیم عدم ننهاد می هرگز قدم بیرون

مقام نیستی خوش بود و ملك و بیخودی مارا

به سودای توافتا دیم از شهر عدم بیرون

(آذری طوسی، ۱۳۸۹-۲۶۲)

شیخ آذری کی تخلیقات وتصنیفات

۱۔دیوان: شیخ آذری کا دیوان جوکہ پانچ ہزار ابیات جن میں قصاید، غزلیات اور ترجیع بند ہیں پر مشتمل ہے۔ ڈاکٹر یوسف علی یوسف نژاد نے اس دیوان پر پی ایچ-ڈی کا مقالہ لکھا ہے اور اس کی تصحیح کی ہے جو طباعت کے مراحل سے گذر رہا ہے۔اس سے قبل بھی شیخ کا دیوان شائع ہو چکا ہے۔ (آذری، ۱۳۸۹)

۲۔ بہمن نامہ: یہ شاہنامہ فردوسی کی طرز پر ایک مثنوی ہے جو بحر متقارب میں لکھی گئی ہے۔ اور اس میں ہندوستان کی ریاست دکن کے سلسلہ بہمنی بادشاہوں کے قصے ہیں۔ شیخ نے یہ کتاب سلطان احمد شاہ (حکومت ۸۲۰-۸۳۸ ھ ق) کی فرمائش پر لکھی۔

۳۔جواہر الاسرار: شیخ کی معروفترین کتب میں سے ہے۔ اور چار ابواب پر مشتمل ہے۔

۱۔ حروف مقطعات

۲۔ شرح وتفسیر عرفانی احادیث

۳۔ شرح گفتار عارفان

۴۔ شرح اشعار

اس کتاب کا اصل نام مفتاح الاسرار تھا لیکن شیخ نے بعد میں اسی کتاب کو از سر نو مرتب کیا اور کچھ وضاحتوں کا اضافہ اور کچھ تفصیلات کو کم کر کے اسے جواہر الاسرار کا نام دیا۔ اس کتاب کے قلمی نسخے پاکستان، ایران، ہندوستان، تاجکستان اور برطانیہ میں موجود ہیں۔ مجھے اب تک اس کتاب کے سات مختلف نسخے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

۴۔مرآت: یہ بھی مثنوی ہے اور چار حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۔ الطامۃ الکبری

۲۔ عجایب الدنیا

۳۔ عجایب الاعلی

۴۔ سعی الصفاء

۵۔طغرای ہمایون: شیخ کے احوال و آثار میں اور نیز تاریخ ادبیات کی کتب میں اس کتاب کا ذکر ملتا ہے لیکن کہیں سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کتاب کیا ہے اور کہاں ہے۔ اب تک اس کتاب کا وجود نام کی تک ہی ثابت ہے۔

کتابیات

۱۔ قرآن مجید

۲۔ آذر بیگدلی، لطعفلی بیک، تذکرہ آتشکدۂ آذر، ۱۳۷۷ھ ش، تھران، نشر کتاب

۳۔ آذری اسفراینی، شیخ حمزہ بن عبدالملک بیہقی طوسی، جواہر الاسرار، ۸۴۰ ق، نسخہ خطی (الف) شمارہ ثبت، ۴۷۲، کتابخانہ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

۴۔ آذری اسفراینی، شیخ حمزہ بن عبدالملک، بیہقی طوس، جواہر الاسرار، ۸۴۰ ق، نسخہ خطی (ب) شمارہ ثبت ۸۸۸۶، کتابخانہ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد

۵۔ آذری اسفراینی، شیخ حمزہ علی ملک، دیوانِ آذری اسفراینی، ۱۳۸۹، تصحیح دکتر محسن کیانی، سید عباس رستاخیز، کتابخانہ، موزہ مرکز اسناد مجلس شورائی اسلامی۔

۶۔ آژند، یعقوب، قیام شیعی سربداران، چاپ اول، نشر گستر ۱۳۶۳

۷۔ دانشگاہ کمبریج، تاریخ ایران دورہ تیمور زمانہ ۱۳۸۲، ترجم ڈاکٹر یعقوب آژند چاپ دوم، نتشارات جامی،

۸۔ صفا، ذبیح اللہ، تاریخ ادبیات، ایران، ۱۳۶۳ھ ش، ج ۴، انتشارات فردوس تھران

۹۔ قاسم، ملا محمد، تاریخ فرشتہ، ۱۳۲۱ھ، مطبع نول کشور لکھنو

۱۰۔ مصاحب، غلام حسین، دائرۃ المعارف، ۱۳۴۵، ج ۱، مؤسسہ انتشارات، فرانکلین، تہران